جمادی الثانیہ رجب ۱۴۴۲ھ
جنوری فروری ۲۰۲۱ء

جلد نمبر: ۱
شمارہ نمبر: ۱

نادیۃ الفضلاء مبارکپور کا دینی و علمی ترجمان

دوماہی برقی رسالہ

ندائے فضلاء

سرپرست
حضرت مولانا مفتی احمد الراشد صاحب قاسمی مبارک پوری

مدیر
محمد سالم قاسمی سریانوی

معاون
حبیب الرحمن اعظمی، محمد احمد سکندر قاسمی

نادیۃ الفضلاء مبارکپور کا دینی وعلمی ترجمان

دو ماہی برقی رسالہ

جلد نمبر: ۱ شمارہ نمبر: ۱

جمادی الثانیہ رجب ۱۴۴۲ھ جنوری فروری ۲۰۲۱ء

شائع کردہ

نادیۃ الفضلاء مبارکپور اعظم گڑھ یو پی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروری گزارش

نادیۃ الفضلاء کے اراکین سے خصوصا اور جملہ قارئین سے عموما گزارش ہے کہ رسالہ کو پڑھنے کے بعد اپنی گراں قدر آراء اور خیالات سے ضرور آگاہ کریں؛ تاکہ ہم رسالہ کو مزید بہتر کرسکیں، جہاں کمی یا غلطی محسوس ہو بلاتکلف مطلع فرمائیں، اراکین مجلس ادارت آپ کے شکر گزار رہوں گے۔

ای میل:

salimmubarakpuri@gmail.com

واٹس ایپ نمبر:

9307491417, 8960778049

ٹیلی گرام لنک:

t.me/nedayefuzala

اداریہ مدیر کے قلم سے

ندائے اولیں!

آج ہم اکیسویں صدی میں زندگی گزار رہے ہیں، یہ صدی گزشتہ صدیوں کے بالمقابل مختلف اعتبار سے الگ درجہ اور مقام رکھتی ہے، مختلف میدانوں میں نمایاں تبدیلی پائی جاتی ہے، متنوع شعبہائے زندگی میں قابل ذکر انقلاب نظر آتے ہیں، ہر سو اور ہر جہت ترقی کا بول بالا ہے، ہر کوئی تقدم اور آگے بڑھنے کا خواہاں ہے، حالاتِ زمانہ کی اس تبدیلی سے انسانی فکر و مزاج میں بھی تبدیلی نظر آتی ہے، البتہ اس بنیادی فطرت میں تبدیلی نہیں ہوگی، جس کو ''انسانی فطرت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، چاہے اس پر کتنا ہی دبیز پردہ پڑ جائے۔ خود خدائے واحد نے اپنے لا زوال کلام میں اس کو بیان فرمایا ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سورہ روم آیت نمبر 30)

حالاتِ زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے اربابِ علم و فضل اور دین حنیف کے علمبرداروں کے یہاں بھی ان چیزوں میں تبدیلی ناگزیر ہوگی جس کا تقاضہ حالات کریں گے، بشرطیکہ وہ مزاج شریعت و سنت سے متصادم نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ وہ چیزیں جو شریعت میں منصوص بہا نہیں ہیں؛ بل کہ جدت کی بنیاد پر وجود میں آئی ہیں ان کے استعمال کے تعلق سے اصل اصول ''اباحت'' کا قول اختیار کیا گیا ہے، جب تک کہ وہ شریعت و سنت سے متعارض نہ ہو، اور ایسا کرنا معیوب بھی نہیں ہے۔

آج اِبلاغ و ترسیل کے ذرائع میں بہت کچھ تبدیلی آچکی ہے، ایک زمانہ تھا کہ ذرائع ابلاغ محدود تھے اور وہ بھی مشکلات و مصائب کی راہ سے پُر تھے، آج ابلاغ و ترسیل کے ذرائع و اسباب میں بہت زیادہ تنوع ہو چکا ہے، جہاں پہلے اس کے لیے پرنٹ میڈیا، برقی تار اور ریڈیو استعمال ہوتا تھا، وہیں آج پرنٹ میڈیا کو چھوڑ کر برقی تار اور ریڈیو میں بہت زیادہ جدت آچکی ہے، برقیات کا ایک لا متناہی سلسلہ قائم ہو چکا ہے، جس میں الیکٹرانک میڈیا کی بڑی تعداد ہے، ساتھ ہی سوشل میڈیا (سماجی روابط) کا ایک خاصا مجموعہ وجود میں آچکا ہے، جس سے تقریبا دنیا کا نصف سے زیادہ حصہ مربوط ہے، ریڈیو کی جگہ چلتے ہوئے تصویری پروگرام (ویڈیو) نے جگہ لے لی ہے، اس کے لیے پوری دنیا میں بڑے بڑے میڈیا ہاؤس بنے ہوئے ہیں، ان کے دفاتر ہیں اور ان میں کام کرنے والوں کی اچھی خاصی تعداد ہے۔

اِدھر چند برسوں میں پرنٹ میڈیا کے مقابل الیکٹرانک میڈیا نے جس طرح اپنا دائرۂ اثر بڑھالیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے مستقبل میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ پرنٹ میڈیا کا دائرہ بہت زیادہ سمٹ جائے گا، یہ تو نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ختم ہو جائے گا، پر اس کا دائرہ ناقابل بیان حد تک سمٹ جائے گا، جیسا کہ روز بروز اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ آج اخبارات، رسائل اور جرائد جتنے مطبوعہ شکلوں میں پائے جاتے ہیں ان سے کہیں زیادہ برقی شکلوں میں پیش کیے جاتے ہیں، روز بروز برقی رسائل، نیوز پورٹل، سماجی سائٹس اور اخبارات وجود میں آتے رہتے ہیں، جس کا ایک ناقابل تلافی نقصان یہ ہو رہا ہے کہ مطبوعہ چیزوں کا وجود کم ہو رہا ہے، اور اس کے نتیجہ میں علم و آگہی میں سطحیت، عدم پختگی اور ظاہریت بڑھ رہی ہے، کوئی بھی عقل مند مطبوعہ مواد کی افادیت کا انکار نہیں کرسکتا ہے، لیکن آج کے دور میں ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ موجودہ ذرائع خواہ اتنے نفع بخش نہ ہوں؛ لیکن بہر حال کسی نہ کسی درجہ میں نفع بخش ہیں، البتہ سماجی ذرائع تو بہت حد تک انسانی زندگی پر حاوی ہو چکے ہیں اور ان کے نفع نقصان کا دائرہ بھی بہت زیادہ وسیع ہو چکا ہے۔

....

''ندائے فضلاء'' قصبہ مبارک پور اعظم گڑھ اتر پردیش کے علماء وفضلاء کا ایک دوماہی رسالہ تھا، جو آج سے تقریباً ۳۵ر سال پہلے شروع ہوا تھا، اس رسالہ کا پہلا شمارہ محرم الحرام وصفر المظفر ۱۴۰۷ھ مطابق ستمبر واکتوبر ۱۹۸۶ء میں نکلا تھا، بعد میں یہ رسالہ پابندی کے ساتھ ہر دو ماہ پر نکلتا رہا، لیکن محض پانچ سال کی مدت میں یہ رسالہ بند ہو گیا، بند ہونے کی وجوہات کیا تھیں، اس بارے میں تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن اس کے بند ہونے کا جو نقصان ہوا وہ میری سوچ سے ماوراء ہے۔

یہ رسالہ ''نادیۃ الفضلاء'' نامی تنظیم کے تحت جاری ہوا تھا ''نادیۃ الفضلاء'' ایک وسیع الفکر، معتدل اور اثر انداز تنظیم تھی، جس کا رکن ہر وہ شخص تھا، جو قصبہ مبارک پور اعظم گڑھ کا باشندہ ہو اور کسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہو، اس تنظیم کے ماتحت ایک ''اسلامی لائبریری'' بھی قائم تھی، جس میں مختلف علوم وفنون کی بیش بہا کتابیں تھیں، لیکن تنظیم کی بند ہو جانے کی وجہ سے وہ کتابیں اِدھر اُدھر منتقل ہوتی رہیں، پر ابھی بھی وہ موجود ہیں، ضرورت ہے کہ نئی نسل ان کی حفاظت کا انتظام کرے۔

ہم نے زمانۂ طالب علمی میں مذکورہ تنظیم اور رسالہ کا نام وقتاً فوقتاً سنا تھا، اسی وقت سے یہ احساس تھا کہ کاش یہ تنظیم بحال ہو جائے، اِدھر جب جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڑھ میں بندہ کا تدریسی سلسلہ شروع ہوا تو پھر بجھے ہوئے احساس نے انگڑائی لینا شروع کیا، کبھی کبھار اس پر احباب کے مابین تبادلۂ خیال بھی ہوتا رہا، پر ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ بیتے چند مہینوں میں ہم نے بطور خاص ان اکابر علماء سے اس بابت ملاقاتیں کیں جو اُس وقت اس کی بنیاد میں شامل رہے اور جنہوں نے اس کے لیے جد وجہد کی، ملاقاتوں

میں تبادلۂ خیال ہوتے رہے، بیشتر اکابر نے حوصلہ افزائی فرمائی، اس حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہم نے مبارک پوری علماء وفضلاء کو جوڑنے اور ان کو مجتمع کرنے کے لیے واٹس ایپ کا انتخاب کیا، چناں چہ رابطہ کرکے واٹس ایپ پر ''نادیۃ الفضلاء'' نام سے ایک گروپ تشکیل دیا گیا، الحمد للہ اس میں علماء وفضلاء کی ایک تعداد جمع ہو چکی ہے، پر اب بھی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو شامل نہیں ہو سکی ہے، کوششیں جاری ہیں، بعض مسائل سے بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے، بہر حال ہم نے گروپ سے توسط سے گفتگو کی، شفوی ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا، اس ضمن میں ہمارے سامنے دو چیزیں تھیں، ایک تنظیم کا احیاء، دوسرے رسالہ کا اجراء، مختلف اوقات میں تبادلۂ خیال کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ سرِ دست رسالہ کی اجراء کی کوشش کی جائے۔

چناں چہ اس پر غور وخوض کے لیے ۱۵/ جمادی الاولی ۱۴۴۲ھ مطابق ۳۱/ دسمبر ۲۰۲۰ء پنجشنبہ کو ایک نشست رکھی گئی، یہ نشست بعد نماز مغرب جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور کی قدیم عمارت میں منعقد ہوئی، نشست کی صدارت ہم سب کے مربی ومحسن فقیہ بے مثال حضرت مولانا مفتی احمد الراشد صاحب قاسمی مبارک پوری، استاذ حدیث جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور وجنرل سکریٹری جمعیۃ علماء مبارک پور نے فرمائی، اس نشست میں غور وخوض کے بعد یہ طے پایا کہ فی الحال ''ندائے فضلاء'' ہی کے نام سے ایک برقی رسالہ نکالا جائے، چوں کہ مطبوعہ شکل میں رسالہ کا نکالنا بظاہر آسان نہیں معلوم ہو رہا تھا، ساتھ ہی جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور سے ایک دو ماہی رسالہ بھی جاری ہے؛ اس لیے غور وخوض کے بعد یہی طے ہوا کہ فی الحال برقی طور یہ رسالہ جاری کیا جائے، آگے حالات کے اعتبار سے تبدیلی کی جاسکتی ہے، اس نشست میں طے ہوا کہ انگریزی سال نو یعنی ۲۰۲۱ء سے یہ رسالہ شروع ہو جائے، اس کے لیے مختلف عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا تاکہ کام کرنے میں سہولت ہو۔

اس رسالہ کے بنیادی مقاصد میں قرآن وحدیث کی نشر واشاعت، اسلامی عقائد کی حفاظت، باطل فرقوں کا نصوص شرعیہ کی روشنی میں تعاقب، فضلائے مبارک پور کے لیے صحافتی پلیٹ فارم کی فراہمی اور الیکٹرانک میڈیا وسماجی ذرائع کا صحیح اور مثبت استعمال کرنا ہے۔

فی الحال اس رسالہ کی سب سے اہم ذمہ داری مجھ جیسے کمزور اور ناتواں شخص کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے، جب کہ میں اپنے اندر اس کی اہلیت نہیں پاتا ہوں، پر اپنے بڑوں کے حکم کو قبول کر لیا ہے، اس ذمہ داری کی ادائیگی کے تئیں الحمد للہ مسلسل فکرمند ہوں، اب اس تعلق سے کہاں تک میں اور دیگر رفقاء کامیاب ہو پاتے ہیں وہ تو آنے والا وقت بتائے گا، بہر حال ہماری ادنی سی کوشش جاری ہے اور ان شاء اللہ اگر خدا کا فضل شامل حال رہا اور احباب نے تعاون برقرار رکھا تو آئندہ بھی کام جاری رہے گا۔

واللہ ولی التوفیق وعلیہ التکلان

مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی ابراہیم پوری ۞

اسلام اور مسلمان

آج کے دور میں ہم اپنے معاشرہ کا سرسری جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام سے ہمارا تعلق بس برائے نام باقی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اپنے دین و مذہب سے قابل فکر حد تک ناواقف اور افسوس ناک طریقے پر دور ہو چکی ہے، نئی نسل کا تو پوچھنا ہی کیا، عمر رسیدہ بزرگ مرد و خواتین بھی دینی احکام و مسائل سے ناواقف اور اسلامی تعلیمات سے نا آشنا ہیں، اور شریعت کے احکام سے دور ہو کر زندگی کی رنگینیوں میں مست و مگن ہیں۔

مسلم معاشرہ کی یہ موجودہ صورت حال حد درجہ افسوس ناک اور قابل اصلاح ہے، آپ جس شعبہ میں غور کریں، بے شمار کمیاں پائیں گے، جس عنوان پر بھی سوچیں، بہت ساری خامیاں نظر آئیں گی، اور حد تو یہ ہے کہ دین داری کے بلند و بانگ دعووں کی بھی کچھ حد نہیں، عشق نبوی ﷺ کے پر کیف دعوے ہر مسلمان کی زبان پر ہیں، ہم دن رات محبت رسول ﷺ کے نعرے لگاتے نہیں تھکتے، اسلام زندہ باد کی گونج ہر مجمع و محفل کو پر جوش بنا دیتی ہے، نعرہ تکبیر اللہ اکبر کی صدائے دل نشیں ہر جلسہ و جلوس کو بظاہر اسلام کے عملی پیکر میں ڈھلے مسلمان دکھاتی ہے، لیکن ع وہ جذب اندروں باقی نہیں ہے!

آج مسجد کے مناروں سے گونجنے والی پنج وقتہ اذانوں کی صدائیں دور دور تک پہونچتی ہیں اور کوئی ایسا گھر اور کوئی ایسا در نہیں جہاں موذن کی صدائے "حی علی الصلاۃ" اور "حی علی الفلاح" نہ پہونچتی ہے، کانوں میں یہ مقدس کلمات پڑتے ہیں، لیکن دل ان پر لبیک نہیں کہہ پاتے۔۔۔زبان اذان کا جواب دینے سے قاصر اور قدم مسجد کی جانب اٹھنے سے عاجز، ایسا کیوں؟! دل خشیت الٰہی سے خالی ہو چکے ہیں۔ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔

نماز اہل ایمان کے لیے معراج ہے، حضور پر نور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسلام کا بنیادی ستون اور عبادات میں سب سے اعلی و ارفع اور افضل ہے، قرآن و احادیث اس کے فضائل سے معمور ہیں، اسلامی کتابیں اس کے احکام و مسائل سے بھرپور ہیں، ہر دور میں علماء و ائمہ کی مستقل ہدایات، پیغامات اور خطبات ہیں، لیکن ع مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

نماز سے حد درجہ یہ غفلت اور دین سے لاپرواہی کا یہ سنگین جرم اور اس پر خدا کی اطاعت اور نبی کی محبت کے کھوکھلے دعوے۔۔۔آخر یہ کیسا کھلا تضاد ہے!؟ شعائر اسلام سے اعراض، احکام الٰہی کی صریح حکم

۞ معاون مدیر "ندائے فضلاء" و استاذ حدیث جامعۃ الزاہدات اترار ی خیر آباد

عدولی اور سنتوں سے واضح بیزاری۔۔۔اور ایمان و اسلام کے بلند و بانگ دعوے، قرآن کے احکام سے دوری اور عمل بالقرآن کے نعرے۔۔۔!! اسی لیے ذلت و رسوائی، محکومی و مجبوری اور مظلومی و مقہوری کے یہ ایام دیکھنے پڑ رہے ہیں، جب نہ ہماری جانیں محفوظ، نہ مال و جائداد محفوظ، کفر کا ننگا ناچ ہمارے سامنے جاری ہے اور ہم بے بسی کے ساتھ اپنے اوپر جاری مظالم کو دیکھ رہے ہیں اور کچھ عرصہ حسرت و افسوس کے بعد پھر ان ہی اعمال، خرافات اور برائیوں میں منہمک ہوجاتے ہیں ع اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

وتلک الایام نداولھا بین الناس۔۔۔کل تک تم اسی سر زمین ہند کے حاکم و مالک تھے، آج تم پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے اور ہر دن کا سورج تمہارے خلاف ایک نئی تدبیر کی خبر دیتا ہے، تم اگر اسلام کے پیروکار ہو تو اسلام پر پورے طور سے عمل کرو، اسلام کے احکام کو مکمل قبول کرو، **یاایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ**۔۔۔اسلام ہی تمہاری زندگی ہو۔۔۔ع

دین ہی آن ہو، دین ہی شان ہو دین ہی زندگانی کی پہچان ہو

تمہاری زندگی اسوۂ رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو، دین ہی تمہاری زندگی ہو، اسی کے لیے جینا اور اسی کے لیے مرنا ہو، **قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین**۔۔۔

یاد رکھو۔۔۔! اسلام سر بلند رہے گا اور کفر مغلوب ہوگا، لیکن مسلمان اسلام کو اپنے جسموں پر نافذ کرلیں اور اسلام کے عملی پیکر بن جائیں۔۔۔**الحق یعلو و لا یعلی** حق سر بلند رہتا ہے۔

اور ہاں یہ تو اصول ہے کہ فتح و ظفر اہل حق کے قدم چومے گی، لیکن اس کے لیے اہل حق کو بھی حق کی خاطر لڑنا ہوگا، حق کی حفاظت کا فریضہ انجام دینا ہوگا، لوگوں کی حق تلفی سے توبہ کرکے حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر کرنی ہوگی، اللہ و رسول کے احکام پر مکمل عمل کرنا ہوگا، گناہوں کی زندگی سے نکل کر نیکی و تقوی کی زندگی اختیار کرنی ہوگی اور دین کے احکام پر دل و جان سے عمل کرنا ہوگا، من چاہی زندگی سے کنارہ کش ہوکر رب چاہی زندگی اپنا کر اللہ کے حکموں کے آگے سرنگوں ہونا پڑے گا، نفس و شیطان کی اتباع سے بچ کر سیرت و سنت کے مطابق چلنا ہوگا۔۔۔**لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**۔

سنو! ظالموں کا یہ ظلم اس وقت تک بڑھتا رہے گا، جب تک کہ تم خود ظلم کا مقابلہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے نہیں ہوجاتے، یہ مشکل حالات تم کو جگانے کے لیے آتے ہیں، جاگو اور دین پر عمل پیرا ہوجاو۔۔۔چلو مسجد کے منبر و محراب تمہارے منتظر ہیں، توبہ کے آنسو بہاؤ، اپنے رب کو مناؤ۔۔۔اٹھو۔۔۔اور لوٹو اپنے پروردگار کی طرف، جو احکم الحاکمین ہے، اور جس کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات اور یہ زمین و آسمان ہے۔

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسکم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

مولانا مفتی مرغوب الرحمن صاحب قاسمی ۞

وقت اور ہمارا معاشرہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دارفانی کے اندر انسانوں کو اتنے انعامات سے نوزا ہے جن کا شکر ادا کرنا تو دور کی بات ہم ان کو شمار کرنا بھی چاہیں تو ان کا شمار ہمارے بس سے باہر ہے، ان نعمتوں کو نہ ہم شمار کر سکتے ہیں اور اور نہ ہی ان کی حقیقتوں کا ادراک کر سکتے ہیں، خود رب کریم نے اپنے کلام معجز میں ارشاد فرمایا ہے:

''وإن تعُدّوا نعمة الله لا تحصوها، إن الإنسان لظلوم كفّار (سورہ ابراہیم، آیت نمبر ۳۴)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی انہیں عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک بیش بہا نعمت ''وقت'' ہے، کہ انسان اس دنیا میں نہ اپنی مرضی سے آیا ہے اور نہ اپنی مرضی سے جائے گا، اس راہ کے مسافر کے اختیار میں اگر کچھ ہے تو وہ آنے اور جانے کے درمیان عمر فانی کے ان لمحات کا مرحلہ ہے جس کا ظرف؛ تعمیر وتخریب، آبادی وویرانی اور رخاروگل ہر ایک کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، وقت ایک قطرہ ہے حیاتِ کائنات کا، ایسا قطرہ جو ازل سے ابد تک مسلسل بہا جارہا ہے، وقت تمام اشیاء کی جان ہے، اسی سے نئی اور انوکھی اشیاء کی تخلیق ہوتی ہے، وقت کی اس آزاد تخلیقی حرکت پر زندگی کی ساری جدو جہد کا دارومدار ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے ''**الوقت هو الحياة**'' کہ وقت حیات کا دوسرا نام ہے۔

وقت کی قدر اور عمر عزیز کی اہمیت کی طرف نبی کریم ﷺ نے مختلف اسلوب وانداز سے توجہ دلائی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اغتَنِمْ خمساً قبل خمسٍ، حياتَک قبل موتک، وصحتَک قبل سُقمک، وفراغَک قبل شغلک، وشبابَک قبل هرمک، وغِناک قبل فقرک '' پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو اور ان سے فائدہ اٹھالو، جن میں آپ ﷺ نے مشغولیت کی گھڑی آنے سے پہلے فراغت کے وقت کا بھی ذکر کیا ہے، کہ جب تک مشغولیت نے نہیں گھیرا ہے تب تک جو وقت فارغ ہے اس سے خوب استفادہ کرلو، ورنہ مشغولیت کے آجانے کے بعد کوئی کام ہو نہیں پاتا۔

لیکن آج جب ہم اپنی اور اپنے معاشرہ کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہم کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ہمارے اندر وقت کی کوئی قدر اور اہمیت نہیں ہے، اور ہمارا پورا مسلم معاشرہ ضیاعِ وقت کی آفت کا ایسا

۞ رفیق ندائے فضلاء واستاذ مدرسہ عربیہ انوار العلوم جہانا گنج اعظم گڑھ

شکار ہے کہ ہمیں وقت کے ضائع ہونے پر کوئی افسوس بھی نہیں ہوتا، اور اگر یہ کہا جائے کہ (ہمارا معاشرہ جتنی بے دردی ، لاپرواہی اور بے فکری کے ساتھ وقت کو ضائع کرتا ہے اپنی ملکیت کی کسی اور چیز کو اتنی بے دردی اور غفلت کے ساتھ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا) تو غلط نہ ہوگا، آج ہم اپنے قیمتی اوقات کو طرح طرح کے لایعنی کاموں میں گنوا رہے ہیں کہ ہمارے اوقات کا ایک بڑا حصہ ہوٹلوں اور فضول مجلسوں کی نذر ہو جاتا ہے، محفل سجا کر گھنٹوں گپ بازی کا لایعنی مشغلہ ہماری محبوب عادت بن گیا ہے، اور آج کے اس دور کے سب سے بڑے فتنے موبائل کی بات ہی کیا کرنا، کہ جب ہمارے ہاتھ میں موبائل ہوتا ہے تو وقت ریت کی طرح ہمارے ہاتھ سے پھسلتا چلا جاتا ہے لیکن ہمیں احساس تک نہیں ہوتا، ادھر میں لاک ڈاؤن کا ہمارا ایک طویل زمانہ بغیر نظام اوقات اور مفید مشغلے کے یوں ہی گذر گیا کہ اگر ہم ان ایام میں اپنا محاسبہ کریں تو ہمارا دامن نصیب کسی بھی علمی کام سے خالی نظر آئے گا، جبکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ ہم سب سے زیادہ حفاظت وقت کی کرتے اور اسے صحیح اور درست کام میں لاتے ، کیونکہ وقت سے زیادہ نفیس اور قیمتی کوئی دوسری چیز ہو ہی نہیں سکتی ۔ وقت کی اسی نفاست و اہمیت کو یحیٰ بن ہبیرہ نے اپنے شعر میں ذکر کیا ہے۔

والوقت أنفسُ ما عُنيت بحفظه وأراه أسهلَ ماعليك يضيعُ

(قيمة الزمن عند العلماء ص:١)

(کہ وقت ایک نفیس ترین شی ہے جس کی حفاظت کا تمہیں مکلف بنایا گیا ہے، جبکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہی چیز تمہارے پاس سب زیادہ آسانی سے ضائع ہو رہی ہے)

یورپی معاشرہ اپنی تمام تر خامیوں کے باوجود وقت کا قدر داں ہے، زندگی کو ایک نظام کے تحت گذارنے کا پابند ہے، علم وفن اور سائنس وٹیکنالوجی میں ان کی ترقیوں کا ایک بڑا سبب یہی ہے، جو قومیں وقت کی قدر کرنا جانتی ہیں وہ صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کر دیتی ہیں، وہ پہاڑوں کے جگر پاش کر سکتی ہیں، اور زمانہ کی زمام قیادت سنبھال سکتی ہیں؛ لیکن جو قومیں وقت کو ضائع کر دیتی ہیں وقت انہیں ضائع کر دیتا ہے، ایسی قومیں غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں، اور وہ دین و دنیا دونوں اعتبار سے خسارہ میں رہتی ہیں۔

وقت کو ضائع ہونے سے تب بچایا جا سکتا ہے جب دل میں اس کی قدر اور اہمیت کا احساس ہو، انسان کو چاہئے کہ ایک نظام الاوقات بنائے اور اس میں کاموں کی ترتیب "**الأهم فالأهم**" کے اصول کے مطابق رکھے، اور اس نظام کی خوب پابندی کرے، کبھی اس میں ناغہ نہ ہونے دے، تب جا کر کہیں وقت

بچایا جاسکتا ہے، ہمارے اسلافؒ عمر عزیز کے قیمتی لمحات کے بڑے قدر داں تھے اور انہوں نے ایک مستقل نظام الاوقات بنا رکھا تھا جس میں کبھی ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ فقیہ الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا اپنے نظام الاوقات پر پابندی کا کیا عالم تھا درج ذیل واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے!

ایک مرتبہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ جو آپ کے استاذ تھے آپ کے یہاں مہمان ہوئے، آپ نے راحت کے سب ضروری انتظامات کرکے جب تصنیف کا وقت آیا تو حضرت الاستاذ سے ادباً عرض کیا ’’ حضرت میں اس وقت کچھ لکھا کرتا ہوں، اگر اجازت ہو تو کچھ دیر لکھنے کے بعد حاضر ہو جاؤں‘‘، شیخ الہندؒ نے فرمایا : ضرور لکھو؛ میری وجہ سے اپنا حرج ہر گز نہ کرو، گرچہ اس روز آپ کا دل لکھنے میں لگا نہیں لیکن اپنے نظام میں ناغہ نہیں ہونے دیا؛ تاکہ بے برکتی نہ ہو، اگر ہم بھی نظام الاوقات بنا کر اس کی پابندی کریں تو وہ دن دور نہیں جب کامیابی خود آگے بڑھ کر ہمارے قدم چومے گی۔ (متاع وقت اور کاروان علم ص ۳۴)

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے ذمہ کام بہت ہیں اور وقت بہت مختصر، انسان کا مستقبل موہوم ہے، اس کا حال ثبات سے خالی ہے، اور اس کا ماضی اس کی قدرت سے باہر ہے، جس نے حال سے فائدہ اٹھایا، طلب ومحنت جاری رکھی اور اپنی دنیا آپ زندوں میں پیدا کی، اس کے دامن نصیب میں تو کچھ آجاتا ہے ورنہ اس گردش کی تنگئ داماں کا کوئی علاج نہیں ہے، نہ یہ کسی کی خاطر رکتی ہے اور نہ گذر جانے کے بعد واپس لائی جاسکتی ہے، علامہ اقبالؒ نے کتنی خوبصورتی سے زمانہ کی حقیقت، اس کی بے وفائی اور بے نیازی کے چہرہ سے نقاب کشائی کی ہے ۔

جو تھا، نہیں ہے، جو ہے، نہ ہوگا، یہی اک حرف محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی، اسی کا مشتاق ہے زمانہ

مولانا محمد احمد سکندر صاحب قاسمی نوادوی ﷺ

دَین و قرض کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات

شریعت اسلامیہ جامع ہے، اس کی تعلیمات ہر شعبۂ زندگی کے متعلق ہیں، شریعت اسلامیہ میں حقوق العباد کی ادائیگی پر بہت زور دیا گیا ہے، قرض دینے کی ترغیب دی گئی ہے، قرض دینا خیر اور نیکی کا کام ہے، اس میں ایک مسلمان، ایک انسان کی مشکل دور کرنا، بوقت ضرورت اس کے کام آنا اور اس کا تعاون کرنا ہوتا ہے۔

قرض بہت ہی مجبوری میں لیا جائے، بنیادی ضروریات کو اعتدال اور میانہ روی سے پورا کرنے کے لئے قرض لیا جائے، خواہشات کی تکمیل کے لئے نہیں۔

قرض لینے دینے کے اسلامی احکام ہیں، قرض لینے اور دینے والوں کو ان احکام کی پابندی کرنی چاہئے، تحریری شکل میں لایا جائے، اس کو لکھ لیا جائے، ادائیگی کی تاریخ متعین کرلی جائے، دو گواہ بنالئے جائیں تاکہ بعد میں اختلاف پیدا نہ ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

يَآ أيها الَّذِيْنَ اٰمَنُوٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْه.

اے ایمان والو! جب تم کسی متعین مدت کے لئے ادھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

وَ اسْتَشهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ بنالو۔ (البقرۃ ۲۸۲)

قرض خواہ کو مقروض کے ساتھ عمدہ معاملہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے، مطالبہ میں نرمی برتی جائے، احتیاط سے کام لیا جائے، تنگ دست مقروض کو آسانی تک مہلت دی جائے، معاف کردیا جائے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رضى الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ وَافٍ أَوْ غَيْرُ وَافٍ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جو شخص اپنے حق کا مطالبہ کرے وہ ناجائز طریقے سے بچتے ہوئے مطالبہ کرے حق مکمل حاصل ہو یا نامکمل۔

ﷺ معاون مدیر ندائے فضلاء و استاذ مدرسہ تعلیم الاسلام یتیم خانہ شہر اعظم گڑھ

[1](سنن ابن ماجه كِتَاب الصَّدَقَات. | بَاب حُسْنِ الْمُطَالَبَةِ وَأَخْذ الْحَقِّ فِي عَفَافٍ رقم الحديث ٢٤٢١)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائیں جو بیچنے، خریدنے اور مطالبہ کرنے (قرض کی وصولیابی) میں نرمی سے کام لیتا ہے۔

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرة ۲۸۰)

اگر قرض دار تنگدست ہو تو اسے خوشحال ہونے تک مہلت دینی چاہئے، اور اگر (قرض دار کو قرض) صدقہ ہی کر دو (یعنی اس کو سارا معاف کر دو یا جس قدر گنجائش ہو اتنی مقدار ہی معاف کر دو) تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

مطالبہ و تقاضا میں آسانی بہترین مومن کی صفت ہے، حصول آسانی کا ذریعہ ہے، رحمت الٰہی، مغفرت اور دخول جنت کا سبب ہے۔

تنگدست پر آسانی کرنے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، مصیبت سے نجات ملتی ہے، تنگی والے کو مہلت دینے سے روز قیامت مصیبت سے نجات ملے گی، اللہ کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

"مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللَّهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ، أَوْ يَضَعْ عَنْهُ"[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی مشقتوں، مصیبتوں سے نجات دیں تو وہ تنگدست کو مہلت دے یا اس سے معاف کر دے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُظِلَّهُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ، فَلْيُنْظِرْ مُعْسِرًا، أَوْ لِيَضَعْ عَنْهُ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنا سایہ (عرش کا سایہ) عطا فرمائیں تو چاہئے کہ وہ تنگدست کو مہلت دے یا اس سے معاف کر دے۔

قرض کی ادائیگی کا مسئلہ بہت ہی اہم ہے، اسلام میں اس کی ادائیگی پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، قرض مقروض کے پاس امانت ہے، جس کو وقت مقررہ پر قرض خواہ کو واپس کرنا لازم و ضروری ہے، مقروض اس کا پابند ہے۔

---

[1] (البخاري كِتَاب الْبُيُوع بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ. رقم الحديث ۲۰۷۶)

[2] (صحيح مسلم كِتَاب الْمُسَاقَاة بَاب فَضْل إِنْظَارِ الْمُعْسِرِ رقم الحديث ۱۵۶۳)

[3] (سنن ابن ماجه كِتَاب الصَّدَقَات بَاب إِنْظَار الْمُعْسِرِ رقم الحديث ۲۴۱۹)

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ إلی أھْلِھَا (نساء ۵۸)

بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ آیت شریفہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :

" فیه وجوب رد ودیعة من امانة و قراض و قرض و غیر ذلك "[۱]

آیت میں امانت، مضاربت اور قرض وغیرہ کے طور پر لی ہوئی رقم کی واپسی کی فرضیت کا ثبوت ہے۔

قرض کی ادائیگی کے لئے اول دن سے ہی فکر ہونی چاہئے، قرض لیتے وقت ادائیگی کی نیت ہونی چاہئے، قرض کی ادائیگی کے لئے جو دعائیں منقول ہیں ان کا اہتمام کرنا چاہئے، قرض کی ادائیگی کے لئے مال وجائداد بیچنے کی ضرورت پڑے تو بیچ دیا جائے، قرض کی عدم ادائیگی پر بہت وعیدیں ہیں، جن پر قرض ہوتا اس کی نماز جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھاتے، اس کی ادائیگی پر بہت فضائل ہیں، استطاعت کے باوجود ادا کرنے میں تاخیر اور ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اس کی ادائیگی تک مومن کی جان معلق رہتی ہے، ادائیگی قرض تک اس کا جنت میں داخلہ روک دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جام شہادت بھی نوش کرے تب بھی قرض کا واپس نہ کرنا، ادا نہ کرنا اس کو جنت میں جانے میں رکاوٹ بن جائے گا، قرض کی ادائیگی نہ کرنے والا اللہ تعالیٰ سے چور کی حیثیت میں ملے گا۔

عن عبد الرحمن بن کعب بن مالك رضی الله عنه قال :کان معاذ بن جبل شابا سخیا وکان لایمسك شیئا فلم یزل یدان حتی اغرق ماله کله فی الدین فأتی النبی صلی الله علیه وسلم فکلمه لیکلم غرماءه فلو ترکوا لاحد لترکوا لمعاذ لاجل رسول الله صلی الله علیه وسلم فباع رسول الله صلی الله علیه وسلم ماله حتی قام معاذ بغیر شئ . رواه سعید فی سننه مرسلا.[۲]

حضرت عبد الرحمن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک سخی نوجوان تھے، ان کے پاس کوئی چیز رکتی نہیں تھی، وہ قرض لیتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان کا تمام مال قرض میں گھر گیا، وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ قرض خواہوں سے یہ فرمادیں کہ اگر وہ کسی کو معاف کرسکتے ہوں تو معاذ بن جبل اس کے زیادہ حقدار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیں، معاف کردیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ

[۱] (الاکلیل فی استنباط التنزیل ص ۸۵)

[۲] (مرقاة المفاتیح ج ٦ ص ١١٤ ، رقم الحدیث ۲۹۱۸ فیصل)

عنہ کا سارا مال قرض خواہوں کو بیچ دیا حتی کی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی چیز باقی نہ رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ[۱]

(مالدار کی طرف سے ادائیگی قرض میں ٹال مٹول ظلم ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ، حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ.[۲]

قرض کی ادائیگی تک مؤمن کی جان معلق رہتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جائے، پھر اس کو زندہ کیا جائے، پھر اس کو قتل کیا جائے، پھر اس کو زندہ کیا جائے، پھر اس کو قتل کیا جائے اور اس کے ذمہ دین (قرض) ہو تو وہ قرض ادا ہونے تک جنت میں داخل نہ ہوگا۔[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دِينَارٌ أَوْ دِرْهَمٌ قُضِيَ مِنْ حَسَنَاتِهِ، لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ ".[۴]

جو شخص مر گیا اور اس کے ذمے دینار یا درہم ہو تو اس کی نیکیوں سے بدلہ لیا جائے گا وہاں (یوم قیامت) نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم.

ضرورت کی بنا پر قرض لیا جائے، اس کی ادائیگی کی ترتیب بنائی جائے، جیسے ہی انتظام ہو فوراً ادا کر دیا جائے، بلا وجہ تاخیر اور ٹال مٹول نہ کیا جائے، وقت پر انتظام نہ ہو سکے تو مزید مہلت اور وقت لے لیا جائے، ،،اللهم اكفني بحلالك عن حرامك واغنني بفضلك عمن سواك ،، کا ورد کیا جائے۔

اس وقت حال بہت ہی برا ہے قرض لے لیا جاتا ہے، ادھار معاملہ کیا جاتا ہے، لیکن ادائیگی کا دھیان بھی نہیں رہتا، دینے کی کوئی فکر نہیں ہوتی، ٹال مٹول کیا جاتا ہے، دینے کی نیت بھی نہیں رہتی ہے، بہت پراپرٹی اور جائیداد ہوتی ہے لیکن اس کو بیچ کر قرض کی ادائیگی نہیں کی جاتی، اپنے رہن سہن خرچ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

---

[۱](صحيح البخاري كِتَابٌ فِي الِاسْتِقْرَاضِ بَاب مَطْلِ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ. رقم الحديث ٢٤٠٠)

[۲](سنن الترمذي أَبْوَابُ الْجَنَائِزِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. بَاب مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ. رقم الحديث ١٠٧٨)

[۳](مسند أحمد مُسْنَدُ الْأَنْصَارِ حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَحْشٍ. رقم الحديث ٢٢٤٩٣)

[۴](سنن ابن ماجه كِتَاب الصَّدَقَات بَاب التَّشْدِيد فِي الدَّيْنِ . رقم الحديث ٢٤١٤)

بہت سے لوگوں کو قرض لینے کی عادت ہوتی ہے، ضرورت بلا ضرورت قرض لیتے رہتے ہیں، جب بہت سے قرضے چڑھ جاتے ہیں تو ڈھیٹ ہو جاتے ہیں اور ہر ایسے آدمی کی تاک میں رہتے ہیں جس سے قرض مل سکتا ہو، جہاں کسی سے تعلق ہوا، میل جول ہوا اس سے قرض لے لیا، دینے والا مانگتا ہے، آگے پیچھے پھرتا ہے، وہ ادائیگی کا نام نہیں لیتا، دینے کا نام نہیں لیتا، بعض تو بڑی بے باکی سے کہہ دیتے ہیں میں نہیں جانتا جو چاہے کر لے۔

اس سے باز آنا چاہئے، توبہ کرنی چاہئے، صاحب حق کو اس کا حق ادا کرنا چاہیے، قرض کی ادائیگی میں آسانی کرنے والے سے خالق کائنات اللہ تبارک وتعالیٰ محبت فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ سَمْحَ الْبَيْعِ، سَمْحَ الشِّرَاءِ، سَمْحَ الْقَضَاءِ.[1]

اللہ تعالیٰ بیچنے، خریدنے اور ادائیگی میں آسانی کرنے والے سے محبت کرتے ہیں۔

لوگوں میں بہترین وہ لوگ ہیں جو ادائیگی میں بہترین ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً.[2]

یقیناً بہترین لوگ ادائیگی میں سب سے اچھے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام تعلیمات اسلامیہ کی پابندی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

---

[1] (سنن الترمذي أَبْواب الْبُيُوع عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. بَاب مَا جَاءَ فِي سَمْحِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْقَضَاءِ رقم الحديث ۱۳۱۹)

[2] (صحيح مسلم كِتَاب الْمُسَاقَاة بَاب مَنِ اسْتَسْلَفَ شَيْئًا فَقَضَى خَيْرًا مِنْهُ رقم الحديث ۱۶۰۰)

مولانا محمد شاہد صاحب مظاہری ۞

عظمتِ صحابہ کرام رضؓ

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ہدایت کا معیار، ہدایت کی کسوٹی، اور میزان ''ایمانِ صحابہ'' کو قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآاٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿سورہ بقرہ :۱۳۷﴾

تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیر لیں (اور نہ مانیں) تو وہ (تمہارے) مخالف ہیں اور ان کے مقابلے میں تمھیں خدا کافی ہے۔ اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔

''اٰمَنْتُمْ'' کے مخاطب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہ کرام ہیں، اس آیت میں ان کے ایمان کو ایک مثالی نمونہ قرار دے کر حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول و معتبر صرف اس طرح کا ایمان ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہ کرام نے اختیار فرمایا، جو اعتقاد اس سے سر مو مختلف ہو اللہ کے نزدیک مقبول نہیں۔ (معارف القرآن)

آج امت مسلمہ کی درست سمت میں رہنمائی اور حقیقی اسلام تک رسائی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہونے میں ہی پوشیدہ ہے، جب کہ آج سوشل میڈیا پر انہیں قدسی صفات حضرات سے امت کو کاٹنے کی ناپاک کوششیں بڑی زور وشور سے جاری ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی تاکید کے ساتھ امت کو اپنے اصحاب کو برا بھلا کہنے اور ہدف طعن بنانے سے ڈرایا تھا، چنانچہ جامع ترمذی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد ان کو ملامت کا نشانہ نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس

۞ رکن مجلس ادارت ''ندائے فضلاء'' و معتمد شعبہ نشر واشاعت جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور

نے مجھ کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھ کو تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی اور اس خطرہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی پکڑ کرے۔

صحیح مسلم باب تحریم سبّ الصحابۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو برا مت کہو، میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو برا مت کہو، قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم میں کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سونا خرچ کرے تب بھی وہ ان کے ایک مُد (ناپنے کا ایک پیمانہ) خرچ کرنے بلکہ ان کے آدھا مُد خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہوسکتا ہے''۔

قرآنی آیات اور احادیث حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب میں بے شمار ہیں، اہل علم کی اس موضوع پر مستقل تصنیفات ہیں، جن سے ان قدسی حضرات کی اہمیت وفضیلت بالکل ظاہر ونمایاں ہے۔

اس طرح کی بے شمار روایات کے باوجود اگر مستشرقین، روافض اور ملحدین کی سازشوں کا کوئی شکار ہو کر یا کسی اور وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیات کو مجروح کرنے لگ جائے اور دین اسلام کی ہر چیز مشکوک کر ڈالنے کی جسارت کرے تو ایسا شخص اپنے انجام کی فکر کرے۔

آج جب بڑا سے بڑا عالم ایسے لوگوں کی رہنمائی اور دعوت حق کی کوشش کرتا ہے تو شیطان انہیں کب خاموش بیٹھنے دیتا ہے، وہ اپنے چیلوں کو بڑھاتا اور اکساتا رہتا ہے اور نئے نئے عنوان اور انداز سے فتنہ پردازی کراتا ہے، بلکہ مزید ضد اور عناد پر انہیں لا کھڑا کرتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہیں ساری حدیں پھلانگ کر جانے پر آمدہ کرلے گا اور ہمہ دانی کا احساس دلا کر ارتداد والحاد تک لے جائے گا۔

خدا خیر کرے۔

....

مفتی محمد صادق صاحب قاسمی مبارک پوری ❁

حضرت مولانا سعید احمد صاحب قاسمی مدنیؒ

۷؍دسمبر ۲۰۲۰ء دوشنبہ کو بعد نمازِ مغرب چھ بجے شام میں عم محترم حضرت مولانا سعید احمد صاحب قاسمی مدنی کے انتقال پُر ملال سے ماحول وفضا سوگوار ہوگئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون

دوسرے دن بعد نمازِ ظہر ڈھائی بجے دن میں محلہ پورہ دلہن،مبارک پور کے نئے قبرستان''باغ رشید''میں نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی،نماز جنازہ کی امامت ان کے خلف اکبر عزیز گرامی مولانا خالد سعید صاحب استاذ حدیث مظاہر علوم سہارن پور نے کی،اور صبر وتسلی کے کلمات حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مبارک پوری شیخ الحدیث جامعہ عربیہ احیاء العلوم نے فرمائے۔

نماز جنازہ میں مبارک پور،خیرآباد،ولید پور،جہانا گنج،بلریا گنج وغیرہ کے ذمہ دارانِ مدارس ،اساتذۂ کرام،طلبہ عزیز اور عوام الناس کا ایک ہجوم شریک تھا۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے،جنت الفردوس میں انھیں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے،اور ان کی خواب گاہ کو منور وروشن فرمائے۔

وفات کے دن ان کی طبیعت ٹھیک ٹھاک تھی کسی طرح کی تکلیف اور بیماری نہیں تھی،ہاں دو سال پہلے وہ کافی علیل تھے لیکن اس وقت ان کو مرض سے افاقہ مل چکا تھا،ویسے سالوں سے شوگر کے موذی مرض میں مبتلا تھے،لیکن اس وقت انھیں چلنے پھرنے اور اپنی ضروریات کے پوری کرنے میں کوئی دشواری نہیں تھی۔

۱۹۵۰ء میں حاجی عبدالحی صاحب کے علمی ودینی گھرانہ میں زندگی کی پہلی سانس لی،آدھار کارڈ کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲؍اگست ۱۹۵۳ء ہے،دینی وعلمی ماحول میں پروان چڑھے۔پرائمری اور عربی کی تعلیم عالمیت تک جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں حاصل کی۔منشی اقبال احمد صاحب،منشی عبداللہ صاحب وغیرہما پرائمری کے اساتذۂ کرام ہیں۔مولانا ممتاز احمد صاحب ابن مولانا حکیم الٰہی بخش صاحب مبارک پوری سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔شعبۂ عربی کے اساتذۂ کرام درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا زین العابدین صاحب معروفیؒ،حضرت مولانا شکر اللہ صاحب ولید پوریؒ،حضرت مولانا عبدالمنان صاحب شیخ الحدیث،حضرت مولانا عبدالکریم ابراہیم پوریؒ،حضرت محمد مسلم صاحب بمھوریؒ،حضرت مولانا جمیل احمد صاحب قاسمی،مدنیؒ،حضرت مولانا نیاز احمد العمری سریانویؒ۔

❁ صدر المدرسین مدرسہ عربیہ نور الاسلام ولید پور وجنرل سکریٹری مولانا شکر اللہ اکیڈمی مبارک پور

پھر ۱۹۶۹ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے از ہر ہند دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، جہاں حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، عقائد وفقہ کی تعلیم درج ذیل اساتذۂ کرام سے حاصل کی:

حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا شریف الحسن صاحب دیوبندیؒ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتممؒ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندیؒ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب بلندشہریؒ استاذ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ استاذ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ استاذ دارالعلوم دیوبند۔

آپ کے دورۂ حدیث شریف کے رفقاء میں چند مشہورِ زمانہ شخصیات درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا بدرالحسن صاحب دربھنگوی کویت، حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب گونڈوی استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا حیات اللہ صاحب قاسمی بہرائچی صدر جمعیۃ علماء اتر پردیش، حضرت مولانا نثار احمد صاحب بستوی، حضرت مولانا سعید الحق صاحب مئوی مدرسہ مدنی دارالقرآن مئو، حضرت مولانا محمد عثمان صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم باسکنڈی، حضرت مولانا سعادت علی صاحب الہ آبادی استاذِ حدیث مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی جون پور۔

اور مقامی رفقاء درس یہ ہیں:

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب شیخ الحدیث احیاء العلوم مبارک پور، حضرت مولانا قاضی سلمان مبشر صاحب مبارک پوری، حضرت مولانا عطاء المنان صاحب سریانوی، حضرت مولانا لیاقت علی صاحب قاسمی، مولانا حقیق اللہ صاحب جہانا گنجی، مولانا فخر الدین صاحب مبارک پوری، مولانا بدر عالم ابراہیم پوری۔

۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں رسمی فراغت کے بعد وطن لوٹے تو آبائی پیشہ بنائی میں لگ گئے، اور سات سال تک اس سے لگے رہے، لیکن آپ کی خواہش وتمنا تھی کہ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کروں اور وہاں کے اساتذہ ومشائخ سے مستفیض ہوں، اور آپ کے برادر کبیر حضرت مولانا جمیل احمد صاحب قاسمی، مدنیؒ اس کے لیے مسلسل کوشاں رہے، یہاں تک کہ آپ کی تمنا پوری ہوئی، ۱۹۷۹ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کی منظوری کا خط آگیا، آپ پاک سرزمین مدینہ منورہ پہونچ کر مسلسل چار سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے، اور ۱۹۸۲ء میں وہاں کے اساتذہ ومشائخ سے مستفیض ہو کر فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد سعودیہ عرب کی مشہور عالمی تنظیم ''رابطۂ عالم اسلامی'' مکہ مکرمہ کی طرف سے درس وتدریس کے لیے آپ کا تعاقد نیپال کے لیے ہوا، چھ ماہ کے بعد وہاں سے تبادلہ کرا کر ہندوستان آگئے، اور

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن صاحب ندویؒ آپ کے مشرف ہوئے۔ دارالعلوم ندوہ کی ایک شاخ مدرسہ ''دارالتعلیم والصنعۃ'' کے نام سے جاج مئوکان پور میں ہے، جس کے نگراں اور سرپرست اس علاقہ کے مشہور مخیر تاجر ورئیس جناب الحاج منت اللہ صاحب تھے، اور مہتمم حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب الاعظمی تھے۔ اسی مدرسہ میں درس وتدریس کے لیے آپ کا تقرر عمل میں آیا، جہاں گیارہ سال نہایت تندہی اور محنت سے ترجمۂ قرآن کریم اور صرف ونحو کا درس دیتے رہے، وہاں کے شاگردوں میں مولانا مفتی عبداللہ صاحب -جو شہر بنگلور کے کسی مدرسہ میں استاذِ حدیث ہیں- اور مولانا خلیق الزماں صاحب ندوی -جو تعلیم کے سلسلہ میں متحدہ عرب امارات میں مقیم ہیں-

وطن سے دوری، اربابِ احیاء العلوم کی خواہش اور مادرِ علمی کی محبت آپ کو کھینچ کر مبارک پور لے آئی، ۱۹۹۳ء سے ۲۰۱۲ء تک ۱۹ رسال مسلسل ترجمۂ قرآن کریم اور عربی ادب وقواعد کا درس دیتے رہے۔

آپ درس کے لیے مطالعہ کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، لغت اور حواشی سے تحقیق فرماتے تھے، میں نے بارہا ان کو مغرب اور عشاء کے درمیان مطالعہ میں مشغول دیکھا ہے، طلبہ عزیز سے ساتھ بڑی شفقت فرماتے تھے، ان کی درسی تقریر بہت آسان اور سہل ہوتی تھی۔

اس دور کے شاگردوں میں چند مشہور فضلاء یہ ہیں:

مولانا مفتی محمد یاسر صاحب ناظم اعلی احیاء العلوم، مولانا مفتی سالم صاحب ناظم تعلیمات احیاء العلوم، مولانا انوار احمد صاحب استاذ جامعہ حسینیہ شریوردھن، مہاراشٹر، مولانا ابواللیث صاحب قاسمی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، مولانا عطاء الرحمٰن صاحب استاذ دارالعلوم برئی پور محمد آباد گوہنہ، مولانا منورالزماں صاحب قاسمی امام وخطیب جامعہ مسجد خالد بن ولیدؓ پورہ دلہن مبارک پور، مولانا ابوالجیش صاحب استاذ مدرسہ فیض عام دیوگاؤں وغیرہم۔

اپنے گھریلو حالات اور کاروباری مصروفیات کی بنا پر ۲۰۱۲ء میں جامعہ سے مستعفی ہو گئے۔

عم محترم نہایت بااخلاق، ملنسار اور نیک طبیعت کے مالک تھے، ہر ملاقاتی سے بشاشت سے ملاقات کرتے تھے، نہایت تواضع سے پیش آتے تھے، ضیافت کا بھی بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ نماز روزہ کے نہایت پابند تھے، سویرے بیدار ہو جاتے تھے، تہجد کی نماز پڑھتے تھے، اور بلند آواز سے تلاوتِ قرآن کریم میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں، لڑکوں کے نام بالترتیب درج ذیل ہیں:

(۱) مولانا خالد سعید صاحب قاسمی (۲) مولانا محمد ساجد صاحب قاسمی (۳) مولانا عبدالعزیز صاحب قاسمی (۴) عامر ظفر صاحب۔

(۱) خلف اکبر مولانا خالد سعید صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کے شعبۂ تخصص فی الحدیث کے استاذ، اور دورۂ حدیث شریف میں سنن ابی داؤد شریف اور دیگر کتب درسیہ کے استاذ ہیں، علمی تحقیقات ان کی زندگی کا شیوہ ہے، نہایت ملنسار، خوش خلق، تواضع وسادگی کا مرقع اور نیک طبیعت انسان ہیں، شعبہ عربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ دارالتعلیم حاج مئو میں حاصل کی، عربی سوم، چہارم کی تعلیم جامعہ عربیہ احیاء العلوم میں حاصل کی، پھر عربی ششم سے دورۂ حدیث کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی، ۱۹۹۷ء میں فراغت حاصل کی اور ۱۹۹۸ء میں دارالعلوم دیوبند ہی سے تکمیل ادب کیا، پھر وطن لوٹے اور دو سال جامعہ رشیدیہ بمھور میں تدریسی خدمات انجام دی۔

پھر تدریسی سلسلہ عارضی طور پر منقطع کر کے مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور پہونچے، اور تخصص فی الحدیث کیا، تکمیل کے بعد محدث جلیل حضرت مولانا زین العابدین صاحب معروفیؒ کی زیر نگرانی تدریسی و تصنیفی خدمت انجام دی، اور آج کل مدرسہ مظاہر علوم کے بڑے استاذِ حدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ابھی حال میں ''رجالِ طحاوی'' کو آٹھ جلدوں میں تصنیف کیا ہے، اللہ تعالیٰ مزید علمی و تحقیقی خدمات کی توفیق دے۔

(۲) خلف ثانی مولانا محمد ساجد صاحب قاسمی نے دارالتعلیم حاج مئو میں عربی کی ابتدائی تعلیم اور احیاء العلوم مبارک پور میں متوسطات کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۹۷ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور ۱۹۹۸ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، اور فراغت کے بعد گھریلو کاروبار اور تجارت میں لگ گئے ہیں۔

(۳) خلف ثالث مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب قاسمی نے احیاء العلوم میں متوسطات تک تعلیم حاصل کی، پھر عربی ہفتم اور دورۂ حدیث کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

دو چار ماہ مدرسہ فیض العلوم ابراہیم پور کے شعبۂ حفظ میں تدریسی خدمت انجام دی، پھر سعودیہ عرب کی راجدھانی ریاض کی ایک مسجد میں بحیثیت ''نائب امام'' خدمت انجام دے رہے ہیں۔

(۴) عزیزم عامر ظفر شہر ریاض میں کسی ملازمت پر مامور ہیں۔

....

مولانا مظفر الاسلام صاحب قاسمی ۞

جھوٹ اور ہمارا معاشرہ

جھوٹ یہ ایک بدترین عیب اور اُم الامراض ہے۔ یہ جھوٹ ہی ہے جو دوسری برائیوں اور غلط عادتوں کا سبب بنتا ہے؛ کیوں کہ جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو اس کو چھپانے کے لیے مزید کئی جھوٹ بول دیتا ہے، جس کی وجہ سے نہ وہ صرف لوگوں کی بیچ اپنی اہمیت کھوتا ہے بلکہ ایک غیر معتبر سمجھا جانے لگتا ہے۔ گویا یہ جھوٹ ایک بری عادت کے ساتھ بے اعتمادی اور بے سکونی کا ذریعہ بھی ہے۔ اِنسان بہ ظاہر وقتی طور کوئی اچھا بہانہ کر کے نکل جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے بیوقوف بنا دیا اور کامیاب ہو گیا۔ جب کہ اُسے یہ نہیں معلوم کہ یہ جھوٹ ایک فریب ہے، دھوکہ ہے، نشہ ہے، بیماری ہے اور بہت ہی بری عادت ہے، اِس کی وجہ سے آپسی تعلقات کمزور پڑتے ہیں۔ اور عزت اور اور سچائی کے دامن اِس جھوٹ کی وجہ سے کالے پڑ جاتے ہیں۔ جھوٹ ایسا عمل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحتاً منع کیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے :

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ [الحج30]

ترجمہ : "تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔"

اِس طرح کی اور بہت ساری آیتیں ہیں جسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صدق اور سچائی کی ترغیب دی ہے اور کذب اور جھوٹ سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث میں بہت سختی کے ساتھ اس غلیظ عادت کو اپنانے اور اور اجتناب من الافتراء کی تاکید کی گئی ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((عليكم بالصِّدق، فإنَّ الصِّدق يهدي إلى البرِّ، وإنَّ البرَّ يهدي إلى الجنَّة، وما يزال الرَّجل يصدق، ويتحرَّى الصِّدق حتى يُكْتَب عند الله صدِّيقًا. وإيَّاكم والكذب، فإنَّ الكذب يهدي إلى الفُجُور، وإنَّ الفُجُور يهدي إلى النَّار، وما يزال الرَّجل يكذب، ويتحرَّى الكذب حتى يُكْتَب عند الله كذَّابًا)) رواه البخاري ومسلم.

۞ رفیق نادیۃ الفضلاء، مقیم حال دبئی

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم سچائی کو لازم پکڑ لو؛ کیوں کہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بے شک نیکی جنت میں پہونچا دیتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کا قصد کرتا رہتا ہے؛ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے،اور تم جھوٹ سے بچو؛ کیوں کہ جھوٹ نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے اور نافرمانی دوزخ میں لے جاتی ہے،اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے؛ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔

اِس روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ نہ صرف اِس دنیا میں خسارے کا سبب ہے بلکہ آخرت میں اِس کی پکڑ بھی بہت سخت ہے؛ اِس لئے کی جب انسان جھوٹ کے بول کا عادی ہوگا تو اللہ کے یہاں اُس کا شمار کذاب میں ہوگا، اور ایسی صورت میں یقیناً یہ ایک بہت عظیم گناہ ہوگا اور جب گناہ بڑا ہوگا اس کی پکڑ بھی اتنی ہی سخت ہونے والی ہے۔مختصراً یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دانشوروں کے لئے اشارہ ہے کہ وہ سچائی کا راستہ اختیار کر کے جنت میں داخل ہو جائیں اور جھوٹ سے بچ کر خود کو عظیم خسارے یعنی جہنم سے محفوظ کر لیں۔

اہل علم نے جھوٹ کے کُچھ اقسام کی تعین کی ہے اور اُس کو تین قسم میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

''کذب فی القول''

" بات چیت اور گفتگو میں جھوٹ بولنا۔"

''کذب فی العمل''

" اپنے افعال و اعمال اور کردار میں جھوٹ استعمال کرنا۔"

''کذب فی الأحوال''

" اعمال قلب و جوارح میں جھوٹ شامل کرنا یعنی فقدان خلوص ۔"

یہ تین قسمیں ہیں جو عموماً ہمارے اندر موجود ہوتی ہیں۔

قول میں جھوٹ :

گفتگو کے دوران اِنسان بہت ساری ایسی باتیں کر جاتا ہے کہ اسکو احساس تک نہیں ہوتا اور جھوٹوں کی فہرست میں شامل ہو جاتا ہے۔آخر ایسا کیوں ہوتا ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟

ذرا سا غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آج کذب بیانی کی سب سے بڑی وجہ عزت نفس

اورخود کی شان وشوکت کو بچانا ہے، ہرکوئی اپنی واہ وائی اور بڑائی کے لئے جھوٹ اتنی آسانی سے بول جاتا ہے کہ لگتا ہی نہیں کی یہ کوئی کبیرہ گناہ بھی ہے۔کبھی کبھارانسان صرف دوسروں کی توجہ اپنی طرف کھینچنے اور ہنسانے کے لئے بڑے سے بڑا جھوٹ بول جاتا ہے۔اِس عمل کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تردید کی ہے اور بدتر بتلایا ہے۔کاروبار کی ترقی اورخریداروں کی بڑھوتری کے لیے بھی ایسی غلطیاں کرتا رہتا ہے۔یہیں پر بس نہیں بلکہ اِس طرح کے اور بہت سے مواقع ہوتے ہیں جب انسان کثرت سے جھوٹ بولتا ہے جیسے بہتان،تہمت،چغل خوری اور جھوٹی قسمیں اور وعدے وغیرہ۔

عملی جھوٹ :

آج کل لوگ prank (مذاق) کی شکل میں جھوٹ بولتے ہیں۔یعنی کوئی ایسی ویڈیو بناتے ہیں جوعموماً ظاہری توقع کے خلاف ہوتی ہے اور اُس کا مقصد صرف اور صرف عوام کو بیوقوف بنانا اور اُن کے جذبات کے ساتھ کھیلنا مقصود ہوتا ہے جو یقیناایک قبیح عمل ہے۔یہ بھی جھوٹ اور کذب کا حصہ ہے۔

قلبی جھوٹ :

آپ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے،وعدہ کرتا ہے تو خلافی کرتا ہے اور جب امانت رکھی جاتی ہے تو وہ خیانت کرتا ہے۔(مشکوۃ شریف)

اس حدیث کے مفہوم سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب بھی کوئی شخص اپنے سامنے والے سے بات کرتے ہوئے اُس کے سامنے اصلی وجہ کو چھپا کر گفتگو کرتا ہے تو گویا اُس نے دھوکے میں رکھا ہوا ہے۔

تو گویا یہ جھوٹ منافقین کا شیوہ ہے کہ باتیں کچھ اور کریں اور ہمارے سامنے اپنے اعمال کُچھ اور ہی بیان کریں۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں اِن تمام انواع کے کذب سے محفوظ فرمائے اور ہمارے قلوب کو اِس گندی عادت سے محفوظ رکھے۔اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں صدق دل سے صدق بیانی کی توفیق دے اور صدق گو بنائے۔آمین

....

شوقِ زیارت

حبیبؔ اعظمی

بسا رکھا ہے آنکھوں میں مدینہ کا حسیں منظر
کبھی لوٹوں نہ میں ، یہ آرزو ہے ، اس جگہ جا کر

مقدّس سرزمیں وہ ، سرزمین سرورِ عالمؐ
کرے ہے رشک خورشیدِ مبیں طیبہ کے ذرّوں پر

عجب بے چینیاں ہیں روز وشب، بے تابیاں بھی ہیں
وہیں جانے کو ہر لمحہ تڑپتا ہے دلِ مضطر

ہمہ دم حاضری عشّاق کی ہوتی ہے جس در پہ
تمنا ہے کہ دیکھیں ہم کبھی طیبہ کے بام و دَر

زمین عشق و علم و آگہی ، سرچشمۂ حکمت
فلک خود چومتا ہے جھوم کرکے روضۂ اطہر

حبیبؔ ان کے مقام و مرتبہ کو کوئی کیا جانے
جنہوں نے آنکھ سے دیکھا نبیؐ کا چہرۂ انور

مولانا محمد یوسف صاحب قاسمی سریانوی ۞

ہمارا معاشرہ قرآن کے آئینہ میں

ایمان اور اخلاقیات معاشرے کے ایسے دو عنصر ہیں جن کے وجود سے بہترین معاشرہ وجود میں آتا ہے اور ان دونوں کے عدم سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے، ایمانیات کا تعلق اللہ سے ہے اور اخلاقیات کا تعلق بندگان خدا سے ہے، ان دونوں کو قرآن کریم نے ذکر فرما کر ایک بہترین معاشرے کی طرف اشارہ کیا ہے، اگر کوئی جماعت ان دونوں چیزوں کے ساتھ متصف رہی تو معاشرہ میں ہمیشہ خیر ہی خیر غالب رہے گا اور وہ معاشرہ بہترین معاشرہ کہلائے گا اور جب امت ان دونوں اوصاف سے عاری ہوگی تو معاشرہ میں شر کا غلبہ ہوگا اور معاشرہ برائی کی آماجگاہ بن جائے گا۔ اسی مناسبت سے قرآنی آیات کی روشنی میں اسلامی معاشرہ کا جائزہ لیتے ہوئے آج کے موجودہ معاشرہ کی جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

امت مسلمہ جس کے اندر ایمان کی ادنی سی چنگاری پائی جاتی ہوگی قرآن کریم کی حقانیت سے اس کو انکار نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ قرآن پر ایمان رکھنا اور کلام الہی کا یقین کرنا اس کے ایمان کی اساس ہے جس کلام الٰہی نے انسانیت کو زندگی بخشی اور گمراہوں کو راہ ہدایت سے آگاہ کیا، کامیابی وکامرانی کا گر بتلایا، ذلت وخواری سے عالم انسانیت کو بچانے کا نظم کیا؛ بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ انسانوں کے لئے سرچشمۂ حیات اور منبع ہدایت ہے، علاوہ ازیں ایک بہترین معاشرے کی تشکیل دیتا ہے، یعنی اس معاشرے کی جہاں خدائی قانون ہے حکم ربانی کی بجا آوری ہوتی ہے جہاں پر حسن سلوک، کریمانہ اخلاق، ہمدردی ورواداری جیسی اعلیٰ صفات حمیدہ پائی جاتی ہیں جس معاشرے کو رب ذوالجلال نے ”کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله“ کہہ کر سراہا ہے کہ تم بہترین امت ہو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے پیدا کی گئی ہو تم بھلائی کا حکم دیتی ہو اور برائی سے روکتی ہو اور اللہ پر ایمان رکھتی ہو۔

یقینا یہ وہ معاشرہ ہوگا جو کریمانہ اخلاق، حسن کردار، زہد وورع تقویٰ ودینداری، امانت ودیانت، عدل وانصاف، اتحاد واتفاق، برابری ومساوات کا پیکر ہوگا، افراط وتفریط، ظلم وزیادتی، بدعات وخرافات، جیسی صفات قبیحہ سے منزہ وپاک ہوگا، یہ معاشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاشرہ ہے جن کو درسگاہ نبوت سے

۞ رکن مجلس ادارت ''ندائے فضلاء'' واستاذ دارالعلوم تحفیظ القرآن سکٹھی مبارک پور

درس ملا، جن کو مشعل نبوت سے روشنی ملی، جن کو اسوۂ حسنہ سے ہدایت ملی، جن کو رب ذوالجلال کی جانب سے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ عطا کر کے معیار حق کا اعلان کر دیا گیا، جن کے بارے میں زبان نبوت معیار حق گردانتی ہوئی گویا ہوئی ''اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم'' میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاجاؤ گے۔

یقیناً صحابۂ کرام کا معاشرہ ایک خالص اسلامی معاشرہ تھا جن کی بے شمار خوبیاں وخصوصیات ہیں جس کی نظیر نہ ماضی میں مل سکتی ہے اور نہ مستقبل اس کی نظیر پیش کرسکتا ہے کیونکہ ان کا معاشرہ تہذیب وتمدن اور ثقافت کی آماجگاہ تھا، وہ لوگ شادی بیاہ، معاملات، رہن سہن میں سادگی پسند تھے، ضیافت، مہمان نوازی، حسن سلوک، خیرخواہی، صلہ رحمی ان کی عادت ثانیہ تھی، حضرت عبد الرحمن ابن عوفؓ کا شمار مدینہ کے مالدار صحابہ میں ہوتا ہے، وہ اپنے وقت کے ارب پتی تھے لیکن انہوں نے اپنی شادی جس سادگی سے انجام دی رہتی دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، سادگی کا یہ عالم تھا کہ نبی ﷺ کو بھی ان کی شادی کی خبر نہ ہوسکی، وہ ''یوثرون علیٰ انفسهم ولو کان بهم خصاصة'' کی عملی تفسیر تھے، سیرت صحابہ میں جذبہ ایثار وقربانی کی بے شمار داستانیں ہیں، جس کی امتیازی خصوصیات وکمالات نے عالم کو متاثر کیا، ، ہجرت کے پرخطر سفر کے موقع پر دارالندوہ میں ہوئی مٹنگ میں قتل رسول کی منظم سازش کے تحت بیت رسول کا محاصرہ کرنے کے باوجود حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا حفاظت رسول کے خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر آرام کرنا جانی ایثار کا ایک حصہ ہے، اسی طرح سفر ہجرت کی دشواریوں میں حفاظت رسول کی خاطر حضرت ابوبکر صدیق کی شرکت ورفاقت بھی جانی ایثار کا ایک حصہ ہے۔

آج کا ہمارا یہ معاشرہ جس شرور وفتن سے دوچار ہے اس کی نوعیت کو بیان کرنا تو درکنار اس کی اصلاح کرنا دشوارتر ہوتا جارہا ہے، مغربی تہذیب میں ملوث ہوکر دہریت کا لبادہ اوڑھ کر خدا کی قہاریت کو چیلینج کررہے ہیں، ظلم وزیادتی، فتنہ وفساد، لڑائی جھگڑے، گالم گلوج، خون ریزی، قتل وغارت گری، سفاکیت وحیوانیت، زناکاری، عصمت دری، شراب نوشی، جوابازی، قماربازی، سٹہ بازی، لوڈو، کیرم بورڈ، ٹک ٹاک، پپ جی وغیرہ تمام برائیاں اس معاشرے کا جزء بن گئی ہیں، جس کے نتیجہ میں یہ قوم خدا کو بھولتی جارہی ہے، نماز روزے سے غافل ہوگئی ہے، صلہ رحمی اور اخلاق کو حصول مقصد کے لئے استعمال کررہی ہے، لیکن غفور رحیم کی ذات لازوال، انسان خاکی پر رحم فرما کر انہیں سنورنے کا موقع دے رہی ہے، اور اعلان کررہی ہے، یاایها الناس اعبدوا اللہ ولا تشرکوا به شیئا، اے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، والٰهکم اله واحد، تمہارا معبود ایک معبود ہے، لا تدعون مع الله الها آخر، اللہ کے ساتھ

دوسرے معبودوں کو نہ پکارو، لاتعبدون الا اللہ، اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، وقضی ربک الاتعبدوا الا ایاہ، تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو، وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ فَلَاتَقُلْ لَھُمَا اُفٍّ وَلَا تَنْھَرْ ھُمَا وَقُلْ لَھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا، ان کو اف نہ کہو ان کو نہ جھڑکو ان سے اچھی بات کہو، وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا، ان کے لئے رب سے دعا کرتے رہو، وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ، قرابت داروں اور مسکینوں کو ان کا حق دو، وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا، اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ، فضول خرچی مت کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَحْسُوْرًا، مال خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرو، وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْئًا کَبِیْرًا، اپنی اولاد کو فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو، وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَسَآءَ سَبِیْلًا، زنا کے قریب نہ جاؤ وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَق، ناحق کسی کو قتل نہ کرو، وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ، یتیموں کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ، وَاَوْفُوْا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ، ناپ تول میں کمی زیادتی نہ کرو، وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْم، جن چیزوں کا علم نہیں ہے ان کے پیچھے مت پڑو، وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا، زمین پر اکڑ کر مت چلو، یایھا الذین آمنوا لاتاکلوا الربو اضعافا مضاعفا، سود مت کھاؤ، انما الخمر والمیسر والازلام رجس من عمل الشیطان، شراب، جوا، تیروں سے فال نکالنا شیطان کا عمل ہے اس سے بچو، السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ، چوری مت کرو، واعتصموا بحبل اللہ جمیعا، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو۔

قرآن کریم کی جن آیتوں کا ذکر کیا گیا ہے اس میں ایک بہترین معاشرے کی طرف اشارہ ہے، جن کو صحابہ کرام نے اپنایا تو ان کا معاشرہ بہترین کہلایا اور رب ذوالجلال نے اس معاشرہ کی تعریف کی، لیکن اس کے بالمقابل ہمارا آج کا معاشرہ ان تمام چیزوں سے غافل ہے جس کی وجہ سے یہ معاشرہ برائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین